پروفیسر محمد شفیع اختر

قائد اعظمؒ کا ذہنی ارتقا

محمد علی جناح برعظیم پاک و ہند کی ایک عظیم شخصیت تھے۔ انھوں نے یہاں کی سیاست میں تقریباً ۵۰ برس حصہ لیا۔ اس طوفانی دور میں بڑے بڑے سیاسی انقلاب آئے اور ان تمام انقلابات میں جناح کہیں نہ کہیں ضرور شریک رہے۔ انہی حوادث نے جناح کی ذہنی تشکیل کی۔ تاہم ان کے ذہنی ارتقا کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہیں۔

محمد علی جناح کے آبا و اجداد کاٹھیاواڑ بمبئی کے رہنے والے تھے لیکن وہ خود کراچی میں پیدا ہوئے۔ جہاں ان کے والدین نے سکونت اختیار کر لی تھی۔ لہٰذا ان کی ابتدائی تعلیم و تربیت اسی شہر میں ہوئی۔ تعلیم تو صرف اسکول تک محدود رہی کیونکہ اس کے بعد جناح قانون کی تعلیم کے لیے انگلستان چلے گئے لیکن اس ابتدائی دور میں بھی ان کی فطری صلاحیتیں روشن ہو کر سامنے آگئی تھیں۔ ان ایام میں جناح کی غیر معمولی ذہانت، معاملہ فہمی، دور بینی اور احساس ذمہ داری اور خود اعتمادی کے مظاہر لوگوں نے دیکھے اور یہ محسوس کیا کہ یہ بچہ اپنے ہم عمروں میں نہ صرف غیر معمولی طور پر ممتاز ہے بلکہ اس کا مزاج اور طبیعت عام سطح سے بہت بلند ہے۔ ان سب باتوں کے علاوہ جناح کی طبیعت میں انتہا درجہ کی پاکیزگی اور نفاست تھی جو بعد میں اور زیادہ پختہ اور خوبصورت ہو کر ان کی زندگی کے مختلف شعبوں میں ظاہر ہوتی۔ وہ خود ایک خوبصورت نوجوان تھے۔ انھیں لباس اور اپنے استعمال کی اشیا اور اپنے گرد و پیش کی تمام چیزوں کو خوبصورت بنانے اور رکھنے کا بے حد شوق تھا۔ اسی طرح وہ اپنی گفتگو اور آداب اور طور طریقوں میں بھی ایسے ہی نفیس اور خوبصورت تھے۔

جناح کی یہ غیر معمولی شخصیت ظاہر ہے کہ بڑی حد تک ان کو قدرت نے عطا کی تھی۔ لیکن اس کی تشکیل میں ان کے خاندان اور ماحول کا بھی کافی اثر تھا۔ ان کے والدین اور دوسرے اعزہ کراچی کے امرا

اور دولت مند لوگوں میں تو نہیں لیکن شرفا میں ضرور شامل تھے۔ وہ کھاتے پیتے تاجر پیشہ لوگ تھے اس لیے جناح نہ تو چاندی کا چمچہ منہ میں لے کر پیدا ہوئے تھے اور نہ غربت اور افلاس کا شکار تھے۔ سوسائٹی کا یہی طبقہ ہوتا ہے، جہاں سے عام طور پر شرافت اور قیادت اُبھرتی ہے اور قوموں کی رہنمائی کرتی ہے۔ لہٰذا اس دور میں جناح کی صحیح تعریف یہی ہو سکتی ہے کہ وہ شریف ابن شریف تھے اور ان کی طبیعت میں خود اعتمادی اور حریت پسندی فطری تھی جس کو اجتماعی تربیت شہر کراچی سے ملی۔ اس زمانے میں کراچی اور سندھ میں مسلمانوں کی مالی اور سیاسی حالت عددرجہ خراب تھی۔ لوگ جہالت کا شکار تھے اور سیاسی پس ماندگی بھی عام تھی۔ چند بڑے جاگیردار اور زمیندار سیاست میں حصہ لیتے تھے۔ لیکن عام مسلمان خواہ وہ دیہات میں ہوں یا شہروں میں، وہ اپنی دو وقت کی روٹی کے لیے پریشان رہتے تھے۔ خود کراچی کی حالت یہ تھی کہ شہر کا خوبصورت، ترقی یافتہ، تجارتی اور صاف ستھرا علاقہ غیر مسلموں کے پاس تھا۔ اور مسلمان زیادہ تر لیاری اور دوسرے گندے علاقوں میں رہتے تھے جس کا نقشہ ابھی حال تک ہمارے سامنے تھا۔ جناح نے یہ تصویر اپنی آنکھوں سے دیکھی اور یقیناً ان کا دل اس سے متاثر ہوا اسی لیے انھوں نے خاص طور پر یہ ارادہ کیا کہ وہ انگلستان جا کر قانون کی تعلیم حاصل کریں گے اور واپس آکر اپنے ملک اور قوم خصوصاً مسلمانوں کی مدد کریں گے۔

جناح کی ابتدائی زندگی میں ایسے بہت سے آثار ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے گرد و پیش کے حالات کو بدلنا چاہتے تھے اور اپنے اندر اس کام کی صلاحیت محسوس کرتے تھے۔ یہ احساس خود ایک بہت بڑی بات تھی کیونکہ اس کے پیچھے بہت سی قوتیں، بہت سے ارادے اور بہت سے منصوبے چھپے ہوئے تھے۔ جناح کو اگرچہ اس وقت ان تمام باتوں کا تفصیل سے علم نہیں تھا کہ آئندہ زندگی میں وہ کیا کام کریں گے لیکن ان کی خواہش تھی کہ وہ آئندہ زندگی میں کوئی بہت بڑا کارنامہ انجام دیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور سے لے کر وفات تک جناح برابر بلندیوں کی طرف بڑھتے رہے اور ستر برس کی عمر میں ایک بھی لمحہ ایسا نہیں آیا جب ان کو پیچھے ہٹنے یا نیچے اُترنے کی ضرورت پیش آئی ہو۔ نہ ایک راستے پر جا رہے تھے اگرچہ ان کی منزل پہلے واضح نہیں تھی۔ لیکن وہ جس طرح آگے بڑھتے رہے وہ منزل مقصود صاف سے صاف تر

ہو کر سامنے آتی گئی۔ یہاں تک کہ قائد اعظم کی حیثیت حاصل کرتے ہی انھوں نے اس منزل کو آسانی سے طے کر لیا۔ بہرحال یہاں بتانا یہ مقصود ہے کہ جناح کی خاندانی تربیت اور ان کے ابتدائی ماحول کے اثر نے ان کی ذہنی تشکیل میں نمایاں حصہ لیا۔

جناح جب اس ابتدائی تربیت کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے ۱۸۹۲ء میں انگلستان پہنچے اور یورپ کے علمی اور تمدنی ماحول کو دیکھا اور مغرب کی سیاست اور تمدن کا مطالعہ کیا، ان کو عالمی اور ہندوستانی سیاست کا صحیح اندازہ ہوا۔ اس وقت انھیں ہندوستان کی پستی، غلامی اور اس کی دوسری محرومیوں کا اور بھی زیادہ احساس ہوا۔ اس زمانے میں جو لوگ اعلیٰ تعلیم کے لیے مغرب میں گئے، ان میں زیادہ تر لوگ رئیس اور نواب ہو کر لوٹے۔ لیکن جناح اس ارادے سے واپس آئے کہ وہ اپنے ملک و وطن کو آزادی دلائیں گے، اور قومی جہاد میں پورا پورا حصہ لیں گے۔ یہ ان کی غیر معمولی ذہانت اور تاریخ بینی کا ایک واضح ثبوت ہے۔ ایک نوجوان جسے زندگی کا کوئی تجربہ نہ ہو، سیاست سے کوئی واقفیت نہ ہو جسے وراثت میں قیادت نہ ملی ہو اور وہ کسی بڑے مال و دولت کا مالک بھی نہ ہو ایسے خواب دیکھے اسے یا تو مجنون کہیں گے یا تاریخ کا ایک عظیم خالق۔ بعد کے حالات نے ثابت کر دیا کہ جناح اسی دوسرے طبقے سے تعلق رکھتے تھے اور ان کے ارادے اور منصوبے خام خیالی پر مبنی نہیں تھے۔

یہاں یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ جناح نے انگلستان میں ڈگری تو صرف قانون یعنی بیرسٹری کی لی۔ انھوں نے تاریخ، سیاست، اقتصادیات، ادب، فلسفہ اور دوسرے مروجہ علوم اور دوسرے جدید علوم کا بھی گہرا مطالعہ کیا۔ دراصل اسی وسیع اور گہرے مطالعے کا نتیجہ تھا کہ جناح زندگی، سیاست اور ملکی اور بین الاقوامی حالات پر گہری نظر رکھتے تھے اور اس کی روشنی میں قدم آگے بڑھاتے تھے۔ یہ علوم اور لوگوں نے بھی پڑھے تھے لیکن تاریخ عالم سے درس لینا ہر ایک آدمی کے بس کی بات نہیں اور اس کو اپنی سیاست میں داخل کرنا اور اس سے صحیح فائدہ اٹھانا یہ ایک بلند مرتبہ ہے جو اور بھی زیادہ مشکل ہے۔

جناح انگلستان سے تعلیم ختم کر کے ہندوستان واپس آئے اور بمبئی میں قانون کا پیشہ اختیار کیا۔ ابتدائی چند سالوں میں انتہائی محنت اور جانفشانی سے کام کیا۔ پیشے کے نشیب و فراز اور اس کی باریکیوں

سے واقف ہوئے اور بہت جلد چوٹی کے وکلا میں شمار ہونے لگے۔ اسی زمانے میں انھوں نے کئی باتوں کی تیاری کی۔ سب سے پہلے وہ وسیع دنیا سے واقف ہوئے اور تفصیل سے پتہ چلا کہ اس سرزمین پر شریف اور کمینے، مخلص اور خود غرض، ایمان دار اور بے ایمان، امیر اور غریب سب طرح کے لوگ بستے ہیں اور ان ہی کی باہمی کشمکش کا نام زندگی ہے اور خصوصاً جب وہ ہائی کورٹ تک پہنچے اور بڑے اہم مقدمات ان کے سامنے آئے تو مال و دولت، جاہ و منصب، شہرت و عزت، نیک نامی اور بدنامی کے حقائق سے خوب واقف ہوئے۔ ان باتوں سے ان کی نہایت اعلیٰ تربیت ہوئی۔ اسی دور میں وہ بمبئی اور ہندوستان کے دوسرے وکلا سے روشناس ہوئے۔ اکثر سے تعلقات اور دوستی پیدا کی۔ وہ کماتے پیتے گھر کے نوجوان ضرور تھے۔ لیکن ان کے پاس نہ کوئی دولت تھی نہ جائیداد اور نہ آگے بڑھنے کا کوئی ذریعہ یا وسیلہ۔ لہٰذا انھیں نے اسی دور میں اپنی محنت اور قابلیت سے اتنی دولت کمائی کہ وہ دوسروں کی مدد، سرپرستی یا حوصلہ افزائی سے بالکل بے نیاز ہو گئے۔ جب تک جناح کو یہ حیثیت حاصل نہ ہوئی وہ صرف پیشہ ور وکیل رہے اور ملک کی سیاسی اور دوسری تحریکوں اور ہنگاموں میں دلچسپی کے باوجود عملاً شریک نہ ہوئے۔ اس پیشے سے جناح کو ہندوستان گیر شہرت حاصل ہوئی پہلے وکالت سے پھر سیاست سے۔ اسی زمانے میں وہ مرکزی اسمبلی کے رکن ہوئے۔ یہاں ان کی قانون فہمی اور سیاست کے گہرے ادراک کا مظاہرہ ہوا اور سب کو یہ نظر آنے لگا کہ ہندوستان کے سیاسی افق پر ایک عظیم الشان شخصیت ابھر رہی ہے۔

سیاست میں حصہ لینے کے لیے یہ ضروری تھا کہ وہ کسی سیاسی جماعت میں شرکت کرتے، اس وقت ہندوستان میں ایک ہی سیاسی جماعت تھی جس کو انڈین نیشنل کانگریس کہتے تھے۔ جس کا مقصد ہندوستان کے لیے انگریز فرماں رواؤں سے حقوق اور ہندوستان کی حکومت اور تنظیم میں اختیارات حاصل کرنا تھا۔ اس وقت اگرچہ یہ جماعت ایک تحریک کی شکل میں اٹھی لیکن اس کا مقصد ہندوستان کے لیے آزادی حاصل کرنا نہیں تھا۔ اس وقت یہ بھی بڑی بات تھی کہ ہندوستان کے لوگ انگریزوں کے سامنے اپنے حقوق اور اختیارات کا ذکر کریں۔ اس جماعت میں مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی لیکن سرسید احمد خان

نہیں کرتے تھے۔ اس وجہ سے وہ مادی طور پر یا بنیادی اغراض کے لیے کسی کے زیر اثر نہیں آئے۔ وہ کسی طاقت سے نہیں دبتے تھے، کسی شخصیت سے مرعوب نہیں ہوتے تھے۔ ۱۹۳۴ء سے لے کر ۱۹۴۷ء تک سلطنتِ برطانیہ کے اکثر حکمرانوں سے ان کا واسطہ رہا۔ ان کو دھمکیاں دی گئیں۔ ان پر شدید دباؤ ڈالا گیا۔ لیکن اس مردِ آہن کو کبھی دبایا نہ جاسکا۔ جناح ہندو اور انگریزوں کی بے پناہ طاقت کے خلاف تنہا کھڑے رہے، ان کو خدا پر پورا پورا بھروسہ تھا۔ وہ جانتے تھے کہ وہ حق پر ہیں اور حق کے لیے ہی جینا اور مرنا سیکھا تھا۔ اس لیے کسی سے کیوں مرعوب ہوں؟ یہی سبب تھا کہ کسی قیمت پر خریدے نہیں جا سکتے تھے۔ ان کو کسی قسم کی رشوت نہیں دی جاسکتی تھی اور خدا نے انھیں بے پناہ فہم و بصیرت عطا کی تھی اس لیے وہ کسی فریب میں کبھی نہیں آئے۔ گاندھی اور دوسرے مشہور ہندو لیڈروں نے انھیں اپنے جال میں پھنسانے کی ہزار ترکیبیں کیں لیکن وہ کسی جال میں نہیں آئے۔ اس پر مستزاد یہ تھا کہ وہ خدا پر یقین رکھتے تھے۔ اپنے ارادے پر جم جاتے تو دنیا کی ساری طاقت مل کر ان کو اس مقام سے نہیں ہٹا سکتی تھی۔ چنانچہ تاریخِ پاکستان کے آخری دور میں ایسے بہت سے سنگین اور نازک مواقع آئے جب وہ اپنے آپ کو تنہا محسوس کرتے تھے لیکن وہ اپنی جگہ سے نہیں ہٹے اور آخر کار قوم و ملت کو یہ معلوم ہوا کہ جس مقام پر وہ کھڑے تھے وہی صحیح مقام تھا۔

جناح ایک بہت ٹھنڈے مزاج کے آدمی تھے۔ وہ آفتوں اور قومی مصائب کی یورشوں سے گھبراتے نہیں تھے بلکہ سوچ سمجھ کر پورے یقین اور ثابت قدمی سے ان کا مقابلہ کرتے تھے۔ اس لیے ان کے پاؤں میں لغزش نہیں آئی۔ ان تمام باتوں کے ساتھ وہ انتہائی فیاض اور روادار تھے۔ ہندوستان کی سیاست میں ایسے بے شمار واقعات دیکھے جاسکتے ہیں جب انھوں نے اپنے حریفوں کے ساتھ نہایت دریا دلی کا ثبوت دیا۔ اور آخر میں ان کی سیرت کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ وہ سیاست میں وقت گزارنے یا اس کو ہابی سمجھ کر نہیں آئے تھے بلکہ زندگی کا نصب العین سمجھ کر انھوں نے پہلے ہندوستان کی اور پھر مسلمانوں کی قیادت اس نیت سے کی تھی کہ ان کو ایک منزل تک، جہاں ان کا دنیا کی معزز قوموں میں شمار ہو لے جائیں۔ یہی وہ جذبہ تھا جو پاکستان کی تحریک کو اس تیزی سے کامیابی کی طرف لے گیا۔ یہ خواہش تو دوسرے مسلمان

لیڈروں کی بھی تھی لیکن یہ تڑپ کسی میں بھی نہیں تھی۔ جب پاکستان بن گیا تو جناح تھک کر اتنے چور ہو چکے تھے کہ ایک سال سے زیادہ زندہ نہ رہ سکے۔

ہم بتا چکے ہیں کہ جناح نے ایک نشنلسٹ مسلمان کی حیثیت سے اپنی زندگی کا آغاز کیا اور قومی کاموں میں یہ ثابت کر دیا کہ وہ علم و دانش، سیاست فہمی اور قیادت کی صلاحیتوں کی جانب سے ہندوستان کی کسی شخصیت سے کم نہیں۔ لیکن انھیں تھوڑے عرصے میں ہی ہندوؤں کی تنگ نظری، مذہبی تعصب اور سیاسی بے ایمانی اور عزائم کا علم ہو گیا اور خصوصاً ۱۹۰۶ء کے بعد جب آل انڈیا مسلم لیگ نے ایک منظم مسلم جماعت کی حیثیت سے مسلمانوں کے حقوق کا مطالبہ کیا اور اس وقت تو جناح کانگریس کے دامن میں لپٹے رہے اور متحدہ قومیت کو حصولِ آزادی کا ذریعہ سمجھتے رہے۔ لیکن گاندھی اور نہرو کی اعلانیہ ہندو نوازی اور مسلم دشمنی نے ان کی آنکھیں کھول دیں۔ اب ان کو پورا یقین ہو گیا کہ ہندوؤں کے ساتھ نباہ نہیں ہو سکتا۔

۱۹۰۶ء میں مسلمانوں نے آل انڈیا مسلم لیگ کی بنیاد رکھی۔ ہندوستان میں اس نئی تنظیم کی ضرورت اس وجہ سے تھی کہ عنقریب انگریزوں کی جانب سے حقوق و اختیارات ملنے والے تھے اور یہاں دستوری اصلاحات کا آغاز ہونے والا تھا۔ اسی وقت سے ہندو مسلم کش مکش شروع ہو گئی۔ ۱۹۰۹ء میں جب آغا خان اور امیر علی وغیرہ وفد لے کر وائسرائے کے پاس گئے تو مسلمانوں کے جداگانہ انتخاب اور دوسرے حقوق کا مطالبہ کیا اور ان میں سے کچھ حقوق ۱۹۰۹ء کی مارلے منٹو اصلاحات میں تسلیم کر لیے گئے۔ ہندوستان کی سیاست میں ایک طوفان کھڑا ہو گیا اور ہندو مسلم مخالفت، نے بہت شدت اختیار کر لی۔ ہندو کھل کر سامنے آئے اور مسلمانوں کے ہر مفاد کی مخالفت کرنے لگے اس لیے انگریزوں کی پوزیشن اور مضبوط ہوئی اور ہندوستان کو بحیثیتِ مجموعی شدید نقصان پہنچا تو ہندوؤں نے مجبور ہو کر ۱۹۱۶ میں لکھنؤ میں مسلم لیگ کے ساتھ ایک اہم معاہدہ کیا جس میں مسلمانوں کے بیشتر بنیادی حقوق تسلیم کر لیے گئے۔ اس معاہدے پر مسلمانوں کی طرف سے ملک نے دستخط کیے اور طے پایا کہ ہندو مسلمان دونوں مل کر انگریزی اقتدار کی مخالفت کریں گے اور ہندوستان کو آزاد کرانے کی کوشش کریں گے۔ لیکن چار سال بعد ۱۹۲۰ میں گاندھی اور دوسرے ہندو لیڈروں نے اس معاہدے سے کھلی غداری کی اور اس کی تمام شرطوں کو پسِ پشت ڈال دیا اور طے کیا کہ کانگریس خود

م ہندوستانی قوم کی نمائندہ ہے نشستیں صرف دو ہیں۔ تو جناح نے کھلم کھلا اعلان کیا کہ یہ مسلمانوں
، غداری ہے اور کانگریس سے علیحدہ ہو گئے اور متحدہ قومیت کے فریب سے نکل کر مسلمانوں کی علیحدہ تنظیم
کوشش کی۔ ترکِ موالات کی تحریک فیل ہو گئی۔ گاندھی اور ہندوؤں کے شدید تعصب کی وجہ سے
رسے ہندوستان میں ہندو مسلم فسادات رونما ہوئے اور اس کے بعد پھر ہندو مسلم اتحاد کی کوشش شروع
ی۔ چنانچہ ۱۹۲۸ میں دہلی میں آل پارٹیز کانفرنس ہوئی جس نے نمایاں کردار ادا کیا۔

اس کانفرنس میں یہ طے پایا کہ ہندو اور مسلمان آئندہ دستور کے لیے متفقہ تجاویز پیش کریں۔ ۱۹۲۸
آخر میں جب اس کانفرنس کی مقرر کردہ کمیٹی نے رپورٹ پیش کی جو نہرو رپورٹ کے نام سے مشہور ہوئی،
اس میں ہندوؤں نے مسلمانوں کا کوئی حق تسلیم نہ کیا۔ اس رپورٹ سے مسلمانوں میں سخت بیزاری اور
ہی پیدا ہوئی۔ مسٹر جناح نے چودہ نکات پیش کیے اور کہا کہ جب تک ہندو ان نقاط کو تسلیم نہیں
یں گے اتحاد نہیں ہوگا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سارے ملک میں سیاسی انتشار پھیلا۔ ۱۹۳۰ء میں کانگریس نے
ول نافرمانی کی تحریک چلائی اور دعویٰ کیا کہ وہی ہندوستان کی نمائندہ ہے۔ حالانکہ مسلمان اس میں برائے
م بھی شریک نہیں ہوئے لیکن خود مسلمانوں میں اتحاد نہیں تھا۔ مسلم لیگ، مسلم کانفرنس اور چھوٹی موٹی کئی
عتیں تھیں جو الگ الگ محاذوں پر کھڑی تھیں۔ مسلمانوں میں کوئی لیڈر ایسا نہیں تھا جو ان سب کے
کار میں ہم آہنگی پیدا کر سکے یا سیاست کا صحیح نقشہ بنا سکے۔ جناح نے سمجھانے کی بہت کوشش کی لیکن
ام رہے۔ اقبال نے ۱۹۳۰ء اور ۱۹۳۲ء میں آل انڈیا مسلم لیگ اور آل پارٹیز مسلم کانفرنس میں جو اہم
بے دیے وہ مسلم عوام تک نہیں پہنچے بلکہ مسلم خواص بھی ان کو سمجھنے میں ناکام رہے۔ یہ دیکھ کر جناح ۱۹۳[illegible]
ترکِ وطن کر کے انگلستان چلے گئے۔ اسی سال انگلستان میں سلطنتِ برطانیہ نے ہندوستان کے
سی مسئلے کو سلجھانے کے لیے گول میز کانفرنسوں کا سلسلہ شروع کیا، جن میں اقبال، محمد علی جوہر اور دوسرے
ناز مسلم رہنما شریک ہوئے تھے۔ ۱۹۳۲ء میں کانفرنسوں کے اختتام پر وزیر اعظم برطانیہ رمزے میکڈانلڈ نے
ان کیا کہ برطانیہ خود [illegible] کا حل پیش کرے گا اور ہندوستان کے لیے بہت جلد ایک نیا دستور
یب کیا جائے گا۔ ان اعلانات میں یہ بات واضح ہو گئی کہ ہندوستان میں ایک سیاسی انقلاب آنے والا ہے

چنانچہ اقبال اور ہندوستان کے دوسرے رہنماؤں نے جناح سے درخواست کی کہ وہ ہندوستان واپس آئیں اور اس نازک وقت میں مسلمانوں کی قیادت کریں۔ محمد علی جوہر گول میز کانفرنس کے زمانے میں ہی انتقال ہو گیا تھا۔ جناح کو خود بھی یہ احساس تھا کہ ان کو ہندوستان واپس آنا چاہیے کیونکہ ہندو اور انگریز دل کی سازش اور سیاست کا ان کے سوا کوئی اور مقابلہ نہیں کر سکتا۔

جناح ۱۹۳۴ میں انگلستان سے واپس آئے اور فوراً آل انڈیا مسلم لیگ کی تنظیم شروع کر دی۔ ہندوستان کے سیاسی حالات کا انھیں پورا اندازہ تھا اور مسلمانوں کے باہمی جھگڑوں اور انتشار کا بھی۔ وہ کسی مسلم جماعت سے نہیں الجھے بلکہ خود اپنے کام میں لگے رہے۔ انھوں نے پورے ہندوستان کا دورہ کیا اور مسلمانوں کو بتایا کہ نئی دستوری اصلاحات جو عنقریب نافذ ہونے والی ہیں ان کی نوعیت کیا ہے اور مسلمانوں پر ان کا کیا اثر پڑے گا اور پھر ۱۹۳۵ میں گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ پاس ہوا اور صوبوں میں فوراً نافذ ہو گیا۔ ۱۹۳۶ کے انتخابات میں اگرچہ مسلم لیگ کو کسی صوبے میں اکثریت حاصل نہیں ہوئی لیکن اسے زبردست کامیابی ہوئی اور صوبائی اسمبلیوں کے زیادہ تر مسلم ارکان اسی ٹکٹ پر کامیاب ہوئے پنجاب اور بنگال دونوں جگہ مسلم مخلوط وزارتیں کامیاب ہوئیں لیکن سر سکندر حیات اور فضل الحق دونوں میں سے کسی نے مسلم لیگ کا ساتھ نہیں دیا۔ اسی لیے نہرو نے ۱۹۳۷ میں بہت غرور سے یہ دعویٰ کیا کہ ہندوستان میں صرف دو طاقتیں ہیں انگریز اور کانگریس۔ جناح نے اس کی پُرزور تردید کی اور کہا کہ ایک تیسری جماعت مسلمانوں کی بھی ہے جس کی نمائندگی مسلم لیگ کرتی ہے تاہم اس وقت مسلم لیگ بہت زیادہ طاقت ور نہیں تھی اور نہ پوری طرح منظم تھی۔ یہی وہ وقت تھا جب محمد علی جناح کا جذبۂ ایمانی بیدار ہوا اور انھوں نے اپنی تمام فطری صلاحیتوں اور خلوصِ نیت سے اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کا عزم صمیم کیا۔

ہندوستان کے زیادہ تر صوبوں میں کانگریس کی حکومت قائم ہوئی جس نے ہندو راج کی شکل اختیار کر لی اور مسلمانوں پر سخت مظالم کیے اور ان کو بیشتر مدنی حقوق سے محروم کیا۔ اس کا مسلمانوں پر شدید ردعمل ہوا اور اس کی وجہ سے مسلم لیگ کی طاقت میں بہت زیادہ اضافہ ہوا۔ اس وقت یہ بھی ظاہر ہوا کہ

انگریز کھلم کھلا ہندوؤں کا ساتھ دے رہا ہے۔ اس سے متاثر ہو کر ہندوستان کے تمام مسلمان جناح کی قیادت پر متفق ہو گئے اور ان کو اپنا سیاسی اور روحانی باپ سمجھنے لگے۔ اب ان کی سمجھ میں اچھی طرح آگیا کہ مسلمانانِ ہند واقعی الگ قوم ہیں اور انھیں ایک علیحدہ اور آزاد وطن کی ضرورت ہے۔ اقبال بہت عرصے سے مسلمانوں کو اس نظریہ کی تلقین کر رہے تھے۔ لیکن اب حالات نے ان کو اچھی طرح سمجھا دیا کہ اقبال سچ کہتے تھے اور ان کو سچی ہدایت کی طرف دعوت دی تھی اور یہی تصور ۱۹۴۰ء میں لاہور میں آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں قرار دادِ پاکستان کی شکل میں ظاہر ہوا اور اسی دن سے تحریک پاکستان شروع ہوئی۔ حالات میں تیزی سے تغیرات ہو رہے تھے۔ دوسری جنگ عظیم نے انگریزوں کو مجبور کر دیا تھا کہ وہ ہندوستان کا اقتدار ہندوستانیوں کو منتقل کریں۔ ہندو تُلے بیٹھے تھے کہ وہ پورے ملک پر قبضہ کریں گے اور مسلمانوں کو اپنا غلام بنا کر رکھیں گے۔ وہ تعداد میں مسلمانوں سے چار پانچ گنا زیادہ تھے۔ دولت، علم اور تنظیم ان کے پاس تھی۔ سب سے بڑھ کر انگریزوں کی حمایت اور سرپرستی انھیں حاصل تھی۔ اس کے برخلاف جناح کی واحد ذات اور ان کے ساتھ ایک غریب قوم تھی جس کے پاس کوئی سرمایہ نہ تھا۔ نہ کام کے آدمی تھے اور نہ دولتِ اتحاد۔ لیکن جناح نے جو لاہور اجلاس کے بعد قائداعظم بن چکے تھے حالات کا نقشہ بدل دیا۔ پوری مسلم قوم کے اندر جذبۂ ایمانی بیدار کر دیا اور مسلمانوں کے اتحاد اور ارادے کو اتنا پختہ بنا دیا کہ صرف سات سال کی مدت میں انگریز اور ہندو دونوں ہندوستان کی تقسیم اور پاکستان کے قیام پر مجبور ہو گئے

اسلام کی جدید تاریخ میں جناح جیسا عظیم اور مخلص قائد اور اسلام اور مسلمانوں کا سچا خادم پیدا نہیں ہوا۔

ڈاکٹر محمد ریاض

اقبالؔ، افغانستان میں

افغانستان، اقبالؔ کو ہمیشہ محبوب رہا۔ اس ہمسایہ اسلامی ملک سے علامہ مرحوم کو غیر معمولی توقعات تھیں۔ امیر امان اللہ خان (م ۱۹۶۰ء) نے جب اس ملک کو ترقی کی راہ پر لگانے کے کچھ کام انجام دیے تو اقبالؔ نے "پیام مشرق" (طبع اول ۱۹۲۳ء) ان کے نام معنون کر دی۔ اپنے اردو دیباچہ اور "پیشکش" میں اقبال نے امیر موصوف سے کافی توقعات کا اظہار کیا تھا، مگر ان کے غیر معمولی تجدد نے کیے کرائے پر پانی پھیر دیا۔ "بچہ سقا" کے غصب افغانستان کے موقع پر اقبال بے حد پریشان رہے اور آخر کار جنرل نادر خان افغان (م ۱۹۳۳ء) نے اقتدار سنبھالا۔ نادر ایک متدین مگر روشن فکر حکمران تھے۔ اقبال نے اپنے بیانات[۵] اور مثنوی "مسافر" (طبع اول ۱۹۳۴ء) کے ذریعے شاہ افغانستان سے اپنی وابستگی کا بھی اظہار کیا ہے۔ شاہ موصوف کی دعوت پر اقبال اور چند دوسرے مشاہیر ہند نے اکتوبر و نومبر ۱۹۳۳ء میں افغانستان کا سرکاری دورہ کیا، مگر ان کی مراجعت کے چند دن بعد شاہ کو شہید کر دیا گیا۔ نادر شاہ کے فرزند محمد ظاہر شاہ کو بھی اقبال نے مثنوی "مسافر" میں پند و اندرز دیے ہیں، اور اگر وہ دیکھتے کہ افغانستان میں جمہوریت قائم ہو گئی ہے اور وہاں کے لوگ جمہوری شعور سے بہرہ مند ہو کر راہِ ترقی پر گامزن ہیں، تو یقیناً خوش ہوتے۔

اقبال کئی افغانوں کے ذاتی دوست تھے۔ ان کے احباب میں سردار خان گویا اور سردار صلاح الدین سلجوقی خصوصاً قابلِ ذکر ہیں۔ اوّل الذکر معروف شاعر تھے جنھوں نے جون ۱۹۳۰ء میں انجمن ادبی کے زیر اہتمام ماہنامہ "کابل" جاری کیا۔ یہ مجلہ اب بھی نکلتا ہے مگر ۱۹۳۷ء سے اس کا نصف حصہ پشتو

---

[۵] خصوصاً ملاحظہ ہو: گفتار اقبال مرتبہ محمد رفیق افضل (مطبوعہ لاہور، ۱۹۶۹ء)

کے لیے مخصوص ہو گیا، حالانکہ اس سے قبل سارے مطالب فارسی میں ہوتے تھے۔ سرور خان گویا اقبال کے قیام افغانستان کے دوران وفد کے افسر مہماندار رہے تھے۔ موخر الذکر سردار موصوف بمبئی اور دہلی میں افغان حکومت کے قونصل تھے۔ اقبال اور ان کے درمیان متعدد ملاقاتیں اور مذاکرات ہوتے رہے ہیں۔ اقبال کے ان مداحوں کے زیر اثر حکومت افغانستان نے مزار اقبال کا تعویذ فراہم کیا تھا۔ افغانستان کی اہم تر مطبوعات میں ایک ماہنامہ "کابل" تھا، خصوصاً اقبال کی زندگی کے دوران اس کے چند ابتدائی سالوں میں اقبال کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا، وہ فہرست ذیل سے آشکار ہے:

نمبر شمار	ماہ و سال مجلہ	عنوان مقالہ	توضیح
۱-	مارچ ۱۹۳۱ء	داکتر اقبال	مقالہ از سرور خان گویا، ص ۱۹ - ۲۳
۲-	جون ۱۹۳۲ء	علامہ اقبال	مقالہ شہزادہ احمد علی خان درانی، ص ۱۳ تا ۲۳
۳-	اگست ۱۹۳۲ء	اشعار علامہ اقبال	اقتباس از جاوید نامہ، ص ۴۰
۴، ۵-	دسمبر ۱۹۳۲ء	" "	سخنی با نژاد نو (طبع در دو قسط)
۶-	اکتوبر ۱۹۳۳ء	ورود معاریف ہند	اقبال اور ان کے ہمراہیوں کا افغانستان میں خیر مقدم
۷-	دسمبر ۱۹۳۳ء	افغانستان از نظر فضلاء ہند	اقبال، راس مسعود، سید سلیمان اور ڈاکٹر ہادی حسن کا خیر مقدم اور ان کی تقاریر، ص ۸۱ تا ۹۴
۸-	دسمبر ۱۹۳۴ء	تقریظ بر مثنوی "مسافر"	ص ۸۶ تا ۹۰ (مع انتخاب)
۹-	اپریل ۱۹۳۵ء	ساقی نامہ و نظم "کشمیر" اقبال	ص ۳۹ - ۴۰ (از پیام مشرق)
۱۰-	[illegible] ۱۹۳۸ء (مطبوعہ دو ماہ بعد)	وفات داکتر اقبال	مقالے اور فارسی و پشتو نظمیں
۱۱	فروری و مارچ ۱۹۳۹ء	سالگرہ علامہ اقبال	اقبال کی پہلی برسی پر ان کو خراج تحسین
۱۲-	ستمبر، اکتوبر ۱۹۳۹ء	خودی در نظر علامہ اقبال	ڈاکٹر سید عابد حسین کے اردو مقالے کا ترجمہ مع توضیح از قیام الدین خادم، ص ۲۲ تا ۳۹-